منیر احمد☆، محمد یوسف نون☆☆

گلزار نادِم صابری کی مرثیہ گوئی

Gulzar Nadam Sabri's obituary

Abstract:

This article contains the uniqueness of Gulzar Nadim Sabri's elegy. Inspired by Hafeez Jalandhri, Gulzar Nadim Sabri wrote two volumes of "Shah Nama Hussain" based on his book "Shah Nama Islam". In pursuance of the persian poet "Maqbal" Gulzar Nadim Sabri versified the journey of "Madinah to Madinah". Therefore, the composition of the components of the obituary is not found in his obituary.

Keywords: Gulzar Nadim Sabri, Hafeez Jalandhri, Maqbal, Bahawalpur, Elegy/Obituary, Kapoor Thalla, Anees, Dabeer, Shah Nama Hussain, Shah Nama Islam.

یہ آرٹیکل گلزار نادم صابری کے مرثیے کی انفرادیت اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ حفیظ جالندھری سے متاثر ہو کر ان کی کتاب ”شاہ نامہ اسلام“ کی طرز پر گلزار نادم صابری نے ”شاہ نامہ حسین“ کی دو جلدیں لکھیں۔ فارسی شاعر مقبل کی تقلید میں گلزار نادم صابری نے ”شاہ نامہ حسین“ میں ”مدینے سے مدینے“ کے سفر کو منظوم کیا۔ اس لیے ان کے مرثیے میں مرثیے کے اجزائے ترکیبی کی ترتیب نہیں ملتی۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ جذبات، محسوسات اور درد و الم کو دیگر تمام جذباتِ انسانی پر فوقیت حاصل ہے تو تمام اصنافِ سخن پر صنف مرثیہ کی برتری ماننی پڑے گی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ عربی شاعری جو اظہار جذبات اور جوش و خروش کے اعتبار سے بہت بلند و بالا ہے، اس کی ابتدا بھی ایامِ جاہلیت میں مرثیہ گوئی سے ہوئی۔ چنانچہ دیوان ”حماسہ“ میں مراثی کا ایک مستقل باب موجود ہے۔ جس میں زیادہ تر شعراء جاہلیت کے مرثیے درج ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور کلام ایک عورت شاعر خنساء نامی کا ہے۔ یہ پورا کلام اپنے انتہائی سوز گداز کی وجہ سے عربی علم و ادب میں بے حد مقبول و مشہور ہے ایک شعر بطور نمونہ ملاحظہ فرمایئے۔

یذکرنی   طلوع   الشمس   صحرا
واذکرہ   لکل   غروب   شمس   (۱)

☆اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ گریجویٹ کالج خان پور،
☆☆لیکچرر، شعبہ اردو، دی اسلامیہ یونی ورسٹی آف بہاول پور رحیم یار خان کیمپس

فارسی شاعری کی بنیاد زیادہ تر قصیدہ گوئی پر ہے۔ وہ بھی بالآخر جذباتِ حزن و ملال سے مغلوب ہو کر رہی اور اس میں ایسے باکمال شعراء پیدا ہوئے جنھوں نے مرثیہ گوئی کو ایک مستقل صنف کا درجہ عطا کیا۔ مثال کے طور پر حضرت سعدی شیرازی کا کلام "زوال بغداد" ہمارے سامنے ہے۔ اردو شاعری چونکہ عربی اور فارسی کے زیر تربیت پروان چڑھی اس میں عربی اور فارسی کی خصوصیات کا پیدا ہونا لازمی امر تھا۔ چنانچہ اس وقت جتنی اصناف سخن اردو میں موجود ہیں وہ سب کی سب فارسی یا عربی کے توسط سے ہمیں ملی ہیں۔ پس مرثیہ کی صنف بھی اسی وراثتِ لسانی کا نتیجہ ہے۔

ہمارے اکثر شعراء نے اس ضمن میں طبع آزمائی کی ہے۔ چنانچہ میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ کا کلام آج بھی جذبات نگاری اور واقعہ نگاری کے لحاظ سے اردو ادب میں نہایت دقیق مقام رکھتا ہے۔

"شاہنامہ حسینؑ" بھی ایسی ہی کامیاب کوشش کا نتیجہ ہے۔ اس میں فاضل مولف نے واقعہ کربلا کو مستند کتب تاریخ و حدیث مثلاً مسند امام احمد بن حنبل، دسند ابو العیلی، کامل ابن اثیر، مروج الذہب، مسعودی شمائل ترمذی، سر الشہادتین، تاریخ خلفائے بنو امیہ، مرج البحرین، ناسخ التواریخ، ابصار العین وغیرہ سے استنباط کر کے نہایت تحقیق اور کاوش کے ساتھ صحیح اسناد پر اس تالیف کو مبنی کیا ہے۔ اس کے ساتھ اس امر کو خاص طور پر ملحوظ رکھا ہے کہ مسلمانوں کے کسی فرقے کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے۔

خان پور کٹورا شہر ادبی حوالے سے اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ اس مردم خیز خطہ میں محسن خان پوری، عبد الرحمن آزاد، عارف عزیزی، حفیظ شاہد اور خواجہ غلام فرید جیسے نام ور شعرا پیدا ہوئے جو کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس کے علاوہ خان پور میں ادبی انجمنیں اپنا فعال کردار ادا کرتیں رہیں احسان دانش جیسے شاعر کو بھی خان پور میں مدعو کیا گیا۔ ایسے ادبی ماحول میں گلزار نادم صابری جیسے شاعر نے اپنا منفرد مقام پیدا کیا۔ انہوں نے "شاہ نامہ حسین" کی دو جلدیں تخلیق کیں۔ "گلزار جنت" ان کا نعتیہ مجموعہ ہے جس کا دوسرا نام "نخلستان نعت" بھی ہے۔ "شاہ نامہ حسین" کی پہلی جلد 1987 میں پیام حریت خانپور سے شائع ہوئی جبکہ دوسری جلد 1988 میں مذکورہ بالا ادارے سے شائع ہوئی۔ "شاہ نامہ اسلام" کی طرز پر "شاہ نامہ حسین" منظوم کیا۔ فارسی شاعر مقبل کے بعد مدینے سے مدینے تک کے سفر کو منظوم کرنے والے شخص بن گے۔ "شاہ نامہ حسین" کے بارے میں ڈاکٹر شفیق احمد آتش لکھتے ہیں:

> "پہلا دیباچہ خود نادم صابری کا لکھا ہوا ہے دوسرا مولانا احمد سعید شاہ کاظمی مرحوم کا تحریر کردہ ہے۔ ایک تقریظ احمد پور شرقیہ کے بزرگ شاعر ابن الامام شفتر جعفری کی تحریر کردہ ہے اور ایک تبصرہ آغا صادق حسین نقوی سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج کوہتہ کا ہے جو درحقیقت ایک خط کی صورت میں ہے۔"(۲)

اور

> "رحیم یار خان کی ادبی تاریخی کتاب ادبی جائزہ خطہ رحیم یار خان 2008-1947 میں شاہ نامہ اسلام کی طرز پر شاہ نامہ حسین لکھنے کا ذکر کیا گیا ہے"(۳)

گلزار نادمؔ صابری نے ریاست کپور تھلہ (مشرقی پنجاب) سے ہجرت کر کے تحصیل خان پور ضلع رحیم یار خان میں مستقل سکونت اختیار کی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ گلزار نادمؔ صابری ایک نہایت نیک سرشت اور سلیم الطبع سادہ دل مسلمان تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری کا آغاز قومی اور ملی نظموں سے کیا اور ان میں ایسا سوز گداز پیدا کیا کہ ہر تقریب قومی و ملی میں ان کی حاضری نہایت ضروری سمجھی جانے لگی۔ الغرض ان کی شاعری کا خاصہ انداز بیان کی سادگی اور تسلسل فکر ہے جو مشکل سے کسی شاعر کے حصہ میں آتا ہے۔ نادم صابری نے فنِ شاعری کو

باقاعدگی سے حاصل نہیں کیا بلکہ ان کی طبع زاد مشق ہے۔ لیکن جہاں تک تاثیر اور دل کشی کا تعلق ہے اس باب میں وہ اکثر صاحبان فن سے بازی لے گئے ہیں۔ چنانچہ ان کے اشعار جذبات کی صحیح تصویر ہوتے ہیں۔ مبالغہ آرائی اور تصنع ان کے ہاں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔

"شاہنامہ حسینؓ" میں یہ خوبیاں جگہ جگہ نظر آتی ہیں۔ سب سے بڑی خوبی جو اس پورے سلسلۂ نظم پر محیط ہے وہ "تسلیم ورضا" کا اسلامی تصور ہے جسے روحانیت کی معراج کہنا بجا ہو گا۔ یہ صرف مرثیہ گوئی ہی نہیں بلکہ ایک مسلمان کے لیے افسانوی رنگ میں مکمل درس حیات بھی ہے۔

چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ فریاد وفغاں، حزن وملال کے مقابلے میں مشیت ایزدی، عزم واستقلال، عارفانہ انداز فکر کو کس طرح مقدم رکھا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس امر کو کس پابندی کے ساتھ ملحوظ رکھا گیا ہے کہ ملت اسلامیہ کے کسی فرقے کے مذہبی جذبات مجروح نہ ہوں۔ دیباچے کے اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

تمناؤں کی دنیا میں تمنائے دلی کیا ہے
میں اکثر سوچتا رہتا ہوں حرفِ زندگی کیا ہے
یہ "حرفِ زندگی" ہی موت کا پیغام دیتا ہے
ارے ناداں اسے کیوں زندگی کا نام دیتا ہے
(4)

ہماری زندگی رنگینیٔ دنیا میں کھو جانا
ہماری زندگی کھانا، کمانا اور سو جانا
ہماری زندگانی نفس کی ہر بات پر جانا
ہوس کی آگ میں کچھ روز جلنا اور مر جانا
(۵)

حقیقی زندگانی کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

نہ دولت میں نہ ثروت میں نہ افکار و ریاضت میں
عروس زندگی مستور ہے خون شہادت میں
اسی بہتی ہوئی آتش میں جل مرنا ہی جینا ہے
خدا توفیق دے اے دل یہ جینے کا قرینہ ہے
(۶)

اسی امر کی وضاحت تمثیل کے رنگ میں دیکھیے۔

محبت میں فنا ہونا عبادت کی حقیقت ہے
فنا ہو کر بقا ہونا شہادت کی حقیقت ہے
جو دانہ دفن ہوتا ہے خوشی سے خاک کے نیچے
نمود نو اسی کی ہوتی ہے افلاک کے نیچے

(۷)

عام طور پر کربلا کے کسی بھی شہید کی زندگی کے آخری لمحات کو نہایت رقت انگیز و المناک رنگ میں پیش کرنے کا دستور ہے۔ مگر یہاں معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے۔ حضرت حرؓ کے بارے میں آخری اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

نگاہ عشق نے حسنِ فراز طور کو دیکھا
قتیل دستِ باطل نے خدا کے نور کو دیکھا
وہ کیف و بے خودی چھائی کہ یکدم ہو گیا بسمل
جمال یار کی رعنائیوں میں کھو گیا بسمل
جو اپنا ہوش کھو دے حسن کی آغوش کے اندر
قیامت نہ آئے خدا وہ ہوش کے اندر

(۸)

قوموں کی زندگی تاریخ کے سہارے قائم رہتی ہے، جو قوم اپنی تاریخ سے روگردانی کرتی ہے اکثر اپنی انفرادیت کھو بیٹھتی ہے۔ اسی طرح اگر خدانخواستہ ہمارا اپنا رابطہ کسی وجہ سے اپنی تاریخ سے منقطع ہو جائے یا ہمارے اسلاف کے کارنامے ہمارے نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں تو یہ ہماری ملی بدنصیبی کی انتہا ہو گی۔

اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے شعراء و ادباء اپنی زریں تاریخ کے اس تسلسل کو نہ صرف قائم رکھیں بلکہ اس کی حقیقی روح کو اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے قوم کے سامنے پیش کرتے رہیں۔ تاکہ آنے والی نسلیں اس کی روشنی میں اپنے کردار کا جائزہ لیتے ہوئے تقلیداً اپنے دینی اور ملی مقاصد جلیلہ کے لئے اپناسب کچھ قربان کرتے ہوئے فخر محسوس کرتی رہیں۔

تاریخ اسلام میں واقعہ کربلا کے حوالے سے استقامت، شجاعت، ہمت اور صبر کا حوالہ اہل بیت نبوی کا وہ فقید المثال کارنامہ ہے۔ جس پر پوری انسانی برادری فخر کرتی ہے اور کرتی رہے گی۔ کیونکہ کردار امام عالی مقام، صرف ایک فرد یا قوم کی عظمت اور اصول پرستی کا کردار نہیں بلکہ اس میں پورے عالم انسانی کے لئے وہ عظیم اسباق موجود ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر کوئی فرد یا کوئی بھی قوم حقیقی عظمت اور سچی بلندیوں سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔ ضرورت صرف آگہی اور عمل کی ہے۔

منظوم ''شاہ نامہ حسین'' اسی کارنامہ لازوال کی تصویر کشی کا نام ہے۔ یوں تو چودہ سو برس سے زائد عرصہ سے اس پر بہت کچھ لکھا اور پڑھا جا چکا ہے۔ اس ضمن میں ہمارے سامنے مرثیہ جات، مناجات، مصائب سبھی کچھ موجود ہے لیکن اردو زبان میں ایک مسلسل، مستند، مربوط، منظوم شکل میں (راقم الحروف کی معلومات کی حد تک) یہ پہلی کتاب ہے جس میں نہ تو غیر ضروری مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے نہ خواہ مخواہ

جذبات حزنیہ کو ابھارنے کے لئے خیالی رنگ آمیزی کی گئی ہے۔ اگر کہیں کچھ نظر آتا ہے تو اسلام کی بنیادی تعلیمات و تصورات کی قلمی تصاویر اور وہ بھی تبلیغی انداز لئے ہوئے ملتی ہیں۔

مجالس عزا میں یا مرثیہ جات لکھتے وقت بالعموم ایسے انداز بیان یا کلمات کا سہارا لیا جاتا ہے جن سے فوری طور پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور ایک انسان بلا تامل "ہائے حسینؓ" پکار اُٹھتا ہے۔ اس کے برعکس "شاہ نامہ حسینؓ" ایک ایسا معتدل، مستند اور مؤثر سلسلہ نظم ہے جسے پڑھ کر سن کر قاری یا سامع کی زبان سے خود بخود "واہ حسینؓ" کا نعرہ بلند ہو جاتا ہے۔

یہی انداز کلام گلزار نادمؔ صابری کی کامیاب کاوش فکری کا بین ثبوت ہے۔ یہ طرز تحریر اس وقت تو اور بھی کٹھن اور صبر آزما ہو جاتی ہے یا جب اسے نثر کی بجائے نظم کا جامہ پہنایا جائے اور پھر اس صحت کے ساتھ بیان کرتے وقت تمام روایات اپنی لفظی اور بالخصوص معنوی حیثیت سے سلامت ہیں۔ راقم الحروف کو یقین ہے کہ "شاہ نامہ حسینؓ" از نادمؔ صابری اس صلح کن، معتدل اور مستند انداز فکر کے پیش نظر بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔

بلاشبہ انہوں نے جس خوش اسلوبی، فنی مہارت اور روحانی اندازِ فکر کا سہارا لے کر اس اہم مضمون کو نبھایا ہے بار گاہِ رب العزت میں موجب اجر عظیم ہو گا۔

یہ دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے کہ "شاہ نامہ" ہذا کا تبلیغی، اخلاقی اور فنی پہلو کسی بڑے سے بڑے ادیب و شاعر سے کم اثر انگیز نہیں۔ اس میں وہ تمام خوبیاں بہ تمام و کمال موجود ہیں جو اس پاکیزہ سلسلہ نظم کے لئے موجود ہو نا ضروری خیال کی جا سکتی ہیں۔

"شاہ نامہ حسینؓ" حسن بیان اور جذبات نگاری شعریت سے بھرپور ہے۔ آپ کی قادرالکلامی میں کوئی شک نہیں اور شہدائے کربلا کی سیرت اور تبلیغ دینی اور اخلاق نہایت ارفع ہیں۔ یہ خدمت کا اہم تقاضا تھا جسے گلزار نادم صابری نے بطریق احسن پورا کیا ہے۔ بلاشبہ گلزار نادمؔ صابری کے قوافی نہایت عمدہ ہیں اور ان میں بڑی موسیقیت ہے۔ اردو کے شاعروں میں اکبر الٰہ آبادی، مولانا ظفرؔ علی خان اور حفیظؔ جالندھری قافیے کے استاد مانے جاتے ہیں لیکن آپ بھی ان سے پیچھے نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ یہ موضوع اپنی خصوصیات کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔ لیکن فاضل مصنف نے اپنی قابلیت اور جودت طبع کے باعث اس کی اہمیت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا بلکہ اس موضوع میں جدید قسم کا انداز فکر پیدا کر دیا ہے۔ عقیدت و محبت کے جذبات کی رو میں شاعر اعتدال کی حد سے بھی گزر جاتا ہے اور رنج والم سے متاثر ہو کر جزع فزع میں محو ہو جاتا ہے لیکن نادمؔ صابری نے باوجود کمال محبت و عقیدت کے کسی مرحلہ پر حد سے تجاوز نہیں کیا۔ رنج و غم مصائب و آلام بیان کرتے ہوئے کبھی ناامیدی، مایوسی میں جزع فزع کرتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ "شاہ نامہ حسینؓ" کی وجہ تخلیق کے بارے میں گلزار نادمؔ صابری رقم طراز ہیں:

> "اوائل عمری میں جب برصغیر کے مسلمانوں میں "شاہنامہ اسلام" کی دھوم تھی اور اس کے قابل صد احترام شاعر حضرت حفیظ جالندھری مرحوم و مغفور قریہ، قریہ، بستی، بستی بہ نفس نفیس اپنے اس کلام کو مخصوص اور دلنشیں ترنم سے پیش فرمایا کرتے تھے۔ ان دنوں میں بندہ بھی حتی الامکان محافل میں شریک ہو کر سننے کا شرف حاصل کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ موصوف کمپنی باغ راولپنڈی میں اپنے شاہ نامہ کی آخری جلد سے کلام پیش فرما رہے تھے۔ بندہ جو اتفاقاً سٹیج کے قریب بیٹھا تھا اختتام کلام پر عرض پرداز ہوا۔ جناب والا! بلاشبہ آپ نے "شاہ نامہ اسلام" کہہ کر ملت پر جو احسان کیا اس کا بہتر اجر تو اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائے گا میرے دل میں یونہی ایک خیال سا پیدا ہوا ہے۔ اجازت ہو تو عرض کروں اس پر موصوف کی جانب سے خاموش تجسس کو بھانپ کر خود ہی عرض کیا۔ اگر جناب اس سلسلہ

نظم کو اہل بیت رسول ﷺ تک یا کم از کم واقعہ کربلا تک وسعت دے دیتے تو گویا درد کی تکمیل ہو جاتی۔ جواباً ارشاد ہوا بھئی برخوردار شاید تم نے ٹھیک ہی کہا لیکن یاد رہے آگے وادی پُرخار ہے۔ جس میں گامزن ہونا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ دیکھو انتظار کرو شاید ایسا بھی ہو جائے یہ جواب پا کر میرے دل میں ایک انجانا طوفان کروٹیں لینے لگا۔ لاشعوری طور پر دل سے یہ فغاں نما دعا نکلی یا اللہ کیا تو مجھ ایسے حقیر و ناخواندہ کو اتنی توفیق ارزاں کرنے پر قادر نہیں کہ میں تیرے محبوب کے محبوب فرزند کی بے مثال داستان تسلیم و رضا رقم کر سکوں۔ الغرض دن گزرتے گئے طویل عرصہ بیت گیا حالات کے تھپیڑوں نے دوسرے لاکھوں فرزندان توحید کی طرح مجھے بھی کپور تھلہ (مشرقی پنجاب) سے ہجرت کی راہ دکھائی۔ دن، مہینوں میں اور مہینے سالوں میں تبدیل ہوتے گئے لیکن میرے دل میں حب حسینؑ کی شمع نہ صرف فروزاں رہی بلکہ اس کی تابانی مسلسل بڑھتی چلی گئی۔ مشق سخن کے ساتھ ساتھ شہادت عظمیٰ کے موضوع پر اکثر کتب زیر مطالعہ رہیں۔ آخر کار بندِ ضبط ٹوٹ گیا اور میرے کمزور لیکن باذوق قلم نے اس میدان پُرخار میں قدم آگے بڑھا ہی دیا۔ اس طرح سے ”شاہ نامہ اسلام“ ہی کی زمین میں ”شاہ نامہ حسینؑ“ منظوم کرنے کا بہ تائید الٰہی عزم کر لیا۔“۔(۹)

اس عظیم الشان قربانی کو بیان کرتے وقت جن چند اصولوں کو گلزار نادم صابری نے رہنما اصول کی صورت میں ہمیشہ سامنے رکھا ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

ا۔ قرآن مجید اور اسوۂ رسول ﷺ کو ہر گاہ مقدم رکھا جائے۔ جو روایت ان کی تائید میں ملے قبول کر لی جائے ورنہ مسترد۔۔۔۔۔۔۔ خواہ رنگینیٔ کلام کے لئے وہ کتنی ہی دلفریب کیوں نہ ہو۔

ب۔ آل اطہارؑ پر جو مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹے ان کے رد عمل میں ان ذوات قدسیہ کے صبر واستقلال، رضائے الٰہی کو کسی مقام پر نظر سے اوجھل نہ ہونے دیا جائے۔ یعنی آل محمدؐ کے اعلیٰ ظرف کو عام لوگوں کی جبلت پر ہرگز قیاس نہ کیا جائے۔

ج۔ یہ کوشش کی جانی چاہئے کہ کردار حسینیؑ کا تبلیغی پہلو زیادہ سے زیادہ نمایاں رہے تاکہ ملت مسلمہ اس کی روشنی میں آلام روزگار میں مبتلا ہو کر صبر حسینؑ کو مشعل راہ بنا کر صراط مستقیم پر مسلسل سفر جاری رکھ سکے۔

ہ۔ کسی بھی مسلک کے مسلمان کی اعتقادی تردید یا تائید سے قطعاً منتسب رہتے ہوئے سنت رسول اور روحانی انداز فکر کو اس طرح اپنایا جائے کہ فروعی اختلاف کی کوئی کونپل تک نہ پھوٹ سکے۔

و۔ عصمت مآب کے ذاتی اسمائے گرامی کو بہ تکرار تحریر نہ کیا جائے حتی المقدور نام لکھنے سے اجتناب کیا جائے تاکہ خانوادۂ رسالت کا احترام جو ہم سب پر واجب ہے برقرار رہے۔

س۔ سب سے بڑھ کر اتحاد بین المسلمین کی ضرورت کو قدم قدم پر سامنے رکھتے ہوئے جناب حسینؑ کی محبت و عقیدت کو اس رنگ میں پیش کیا جائے کہ مسلمانوں کے دو معروف فرقوں میں اسوۂ حسینیؑ بطور رابطہ پل کے نظر آئے۔

”شاہ نامہ حسینؑ“ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ دونوں ضخیم کتابیں ہیں۔ بڑی قلمکاری سے ان دو جلدوں کی تکمیل ہوئی ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ''شاہ نامہ حسینؓ'' میں کس حد تک مرثیے کے اجزائے ترکیبی ملتے ہیں۔ آغا سکندر مہدی کا تتبع کرتے ہوئے گلزار نادمؔ صابری نے دونوں جلدوں کو حمد و نعت سے نکھارا ہے۔ آغا سکندر مہدی کا تتبع کرتے ہوئے شہابؔ دہلوی اور نفیسؔ فتح پوری نے بھی اپنے مرثیوں کی ابتداء حمد و نعت سے کی۔ گلزار نادمؔ صابری کے ہاں حمد و نعت کے بند ملاحظہ فرمایئے۔

خداوند دو عالم خالق کون و مکاں تو ہے
ہر اک شے میں تیرا جلوہ عیاں تو ہے
ہر اک شے کا تیرے ہونے سے ''ہونا ہے'' زمانے میں
تو ہی روح رواں ہے زندگی کے کارخانے میں
ہر اک عزت ہر اک عظمت روا تیری بجا تیری
نہ کوئی ابتداء تیری نہ کوئی انتہا تیری

(۱۰)

تو اپنی ذات کو خود آپ ہی اے کبریا جانے
پھر اس کے بعد جو جانے جو محمد مصطفیٰؐ جانے
محمد مصطفیٰؐ نے جو کہا تسلیم کرتے ہیں
وہی کچھ جان کر مولا تیری تعظیم کرتے ہیں
محمد مصطفیٰؐ شاہد ہیں تو مشہود ہے مولا
تو ہی معبود برحق تھا تو ہی معبود ہے مولا

(۱۱)

محمدؐ وہ محمدؐ جو چراغ بزم ہستی ہے
محمدؐ وہ محمدؐ جو سراغ حق پرستی ہے
محمدؐ وہ محمدؐ رحمت حق نام ہے جن کا
محمدؐ وہ محمدؐ بخشوانا کام ہے جن کا
محمدؐ وہ محمدؐ بے کسوں کا جو سہارا ہے
محمدؐ وہ محمدؐ جس کو غم کھانا گوارا ہے

(۱۲)

حضرت علی اکبرؑ کی رخصت ملاحظہ فرمایئے۔

بتاؤ! ہاں بتاؤ تو سہی وہ کیا گھڑی ہوگی
کہ جب ممتا بھری ماں کی محبت لُٹ رہی ہوگی
بتاؤ! اسلحہ کیسے سجایا جا رہا ہوگا
بتاؤ! کس طرح دُلھا بنایا جا رہا ہوگا
بتاؤ! کس طرح زینبؑ بلائیں لے رہی ہوں گی
بتاؤ کس طرح بانوؑ دعائیں دے رہی ہوں گی

(۱۳)

یہ پیاسا کس طرح ہتھیار باندھے چل رہا ہوگا
تمناؤں کا سورج کس ادا سے ڈھل رہا ہوگا
یہ گھڑیاں آل پر کتنی الم انگیز گھڑیاں تھیں
بتاؤ تو سہی کیسی قیامت خیز گھڑیاں تھیں
مگر تم کیا بتاؤ گی کہ پُر دامان بیٹھی ہو!
اُسی ماں کو خبر ہوگی کہ جس کی گود بچھڑی ہو!

(۱۴)

حرؑ کی میدان کارزار میں تشریف آوری کا نقشہ ملاحظہ فرمایئے۔

وفا کی رن میں غازی پائے نصرت چوم کر نکلا
جہاد حق پرستی کے نشے میں جھوم کر نکلا
پہنچ کر عرصہء توقیر میں شمشیر کر تولا
ہزاروں دشمنوں کے روبرو للکار کر بولا
میرے عہد جفا کے ساتھیو ہوشیار ہو جاؤ
مجھی سے جنگ لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ

(۱۵)

امام عالی مقام کی میدان میں تشریف آوری کا نقشہ گلزار نادمؔ صابری ان الفاظ میں کھینچتے ہیں۔

ایک انسان کی نہیں ایماں کی آمد
چلتے پھرتے بولتے قرآں کی آمد
جنت الفردوس کے طیب شجر کی
ہے شبہ نخل نبوت کے ثمر کی
ہے شفیع المظلمین کے لطف و رحمت
ہے محمد مصطفیؐ کے عزم و قوت

(۱۶)

مدحت اہل بیت گلزار نادمؔ صابری ان الفاظ میں کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

سنا ہو گا حسینؑ ہیں سردار جنت کے
سنا ہو گا علمبردار ہیں حق و صداقت کے
سنا ہو گا کہ یہ دونوں میری بیٹی کے بیٹے ہیں
علی کے لال کہلاتے ہیں میرے گود لیٹے ہیں
میں ان دونوں کا طالب ہوں میری مطلوب ہیں دونوں
انہیں میں پیار کرتا ہوں مجھے محبوب ہیں دونوں

(۱۷)

امام عالی مقام کی دشمن کے سامنے اتمام حجت ملاحظہ فرمایئے۔

یہی ہے جرم میرا میں محمدؐ کا نواسہ ہوں
یہی ہے جرم میرا سیدہؑ کا گود پالا ہوں
یہی ہے جرم میرا باغ جنت کی کلی ہوں میں
یہی ہے جرم میرا شامیو! ابن علیؑ ہوں میں
یہی ہے جرم میرا تابع فرمان محمدؐ ہوں
یہی ہے جرم میرا زیر دامان محمدؐ ہوں
یہی ہے جرم کیوں دین نبی کا مدعی ہوں میں
یہی ہے جرم میرا امویو! کیوں ہاشمی ہوں میں

(۱۸)

ادھر دیکھو ذرا، نخل نبوت کا ثمر ہوں میں
شہنشاہ ولایت شیر خیبر کا پسر ہوں میں
وہی ہوں میں جس کی خود نبیؐ نے مدح فرمائی
میرے دم سے ہے قائم گلشن عالم کی رعنائی
میرے نانا ہیں بولو محمد مصطفیٰؐ لوگو!
میرے والد ہیں بولو علی المرتضیٰؓ لوگو!

(۱۹)

تلوار کی تعریف میں گلزار نادمؔ صابری رقم طراز ہیں۔

ہر اک مرحب کی خاطر ذوالفقار حیدری سنبھلی
اٹھی مدمقابل پر گری "الٹی پھری سنبھلی"
پلٹ کر پھر اٹھی۔۔۔ لپکی۔۔۔ سنبھالا دوسرا دشمن
یونہی پھر تیسرا چوتھا علیٰ ہذا ہزاروں تن
مقابل جو بھی سالم آگیا دو نیم کر ڈالا
برابر تول کر میزان میں تقسیم کر ڈالا
کسی تلوار کو کاٹا کسی رہوار کو مارا
کسی پیدل کا دل چیرا کسی سوار کو مارا
کسی کو اک جھلک دکھلا کے گھائل کر دیا اس نے
کسی کو خود بخود مرنے پہ مائل کر دیا اس نے

(۲۰)

حضرت عباسؓ کی شہادت کا نقشہ گلزار نادمؔ صابری نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

چلے آؤ غلام نیم جاں فریاد کرتا ہے
چلے آؤ شکستہ سر خدائی یاد کرتا ہے

چلے آؤ کہ نغمہ کھو گیا ہے ساز باقی ہے
شکستہ ساز میں بھی آخری آواز باقی ہے
چلے آؤ کہ یہ آواز بھی خاموش ہو جائے
چلے آؤ کہ نطق غم سراپا گوش ہو جائے
دمِ آخر وفا کو قدر دانی کی ضرورت ہے
شہا خود پاسباں کو پاسبانی کی ضرورت ہے

(۲۱)

عونؓ و محمدؓ سبطین حیدر کی شہادت کا نقشہ ملاحظہ فرمایئے۔

بڑھے جب اس ارادے سے یہ دونوں باوفا بھائی
تو جھٹ چاروں طرف کی فوج دشمن دوڑ کر آئی
اٹھیں چشم زدن میں سیکڑوں بیباک شمشیریں
گریں گرتے ہی پوری ہوگئیں قسمت کی تحریریں
رو صدق و صفا میں جان دیدی جان والوں نے
وفا کی لاج رکھ لی دہر میں ایمان والوں نے
سلام بے بہا اے حضرت جعفر کے فرزندو
کروڑوں رحمتیں اے شان زہرا کے دل بندو

(۲۲)

مقبلؔ نے مرثیہ ہی کو شاعری کا موضوع بنایا اور نہایت کثرت سے مرثیے لکھے اور بڑا کام یہ کیا کہ واقعہ کربلا کے واقعات ابتدائے سفر سے لے کر اہل حرم کے قید ہونے اور رہائی پاکر مدینہ میں آنے تک، سادہ طریقہ پر لیکن تفصیل کے ساتھ ان مرثیوں میں ادا کر دیئے۔ اس کے مرثیوں کو مرثیہ کی بہ نسبت تاریخ کہنا زیادہ موزوں ہے۔ اس غرض کے لئے اس نے ترکیب بند وغیرہ چھوڑ کر مثنوی کا طریقہ اختیار کیا۔
گلزار نادمؔ صابری وہ واحد شخص ہیں (راقم الحروف کی معلومات کی حد تک) جنہوں نے مقبلؔ کا تتبع کرتے ہوئے واقعہ کربلا کو نظم کیا۔ آسان اور سادہ اسلوب میں تاریخ رقم کی۔ ان کے مرثیوں کو بھی مرثیے نہیں بلکہ تاریخ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔
اکثر دیکھا جاتا ہے کہ کوئی اپنی صلاحیت فکری کو ہیر رانجھا، لیلیٰ مجنوں وغیرہ کے قصص کی نذر کر دیتا ہے کوئی اپنے خیالی یا حقیقی محبوب کے ہجر و وصال کی کیفیات کو صفحہء قرطاس کی زینت بناتا ہے۔ اس کے برعکس کئی اللہ کے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس صلاحیت خداداد کو کام میں لاتے ہوئے اپنے اسلاف صالحین کے کارہائے نمایاں کو شعر و نغمہ کا دلکش جامہ پہنا کر پیش کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ گلزار نادمؔ صابری اسی آخری قبیل سے تعلق رکھنے والے بیدار مغز شاعر ہیں جنہوں نے مشق سخن کے لئے ایک ایسا پاکیزہ اور مبارک مضمون چنا ہے جس

کے طفیل انہیں نہ صرف دہ دنیاوی شہرت حاصل ہوئی بلکہ اخروی انعاماتِ خداوندی کے بھی مستحق ٹھہرائے جائیں گے۔ بلاشبہ نادم صابری بھی اپنے قلم کی روشنائی عشق و محبت کی داستانوں کو رقم کرتے ہوئے ختم کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ وہ کیا جو سچے مومن کے شایان شان ہوا کرتا ہے۔

"شاہ نامہ حسینؓ" میں مرثیے کے تمام اجزائے ترکیبی نہیں ملتے۔ ہاں مگر تمام واقعات ضرور ملتے ہیں۔ نادم صابری نے کربلا جیسی فقید المثال اور عظیم الشان داستانِ تسلیم و رضا کو تسلیم کرتے ہوئے اس بات کو مد نظر رکھا کہ کوئی ایسی لغزش سرزد نہ ہو جائے جس سے مسلمانوں کے کسی فرقہ کے اعتقادات و جذبات کو ٹھیس پہنچے یا واقعات کربلائے معلی کا کوئی پہلو اس انداز سے قلم بند نہ ہو جائے جو بارگاہ ایزدی میں قابل گرفت ہو۔ اس بنا پر مرثیے کے تمام اجزاء ان کے مرثیوں میں نہیں ملتے۔ ان کے تمام کلام میں کہیں بھی مبالغہ آرائی دکھائی نہیں دیتی۔ انہوں نے تاریخ کے واقعات کو نظم کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھا کہ وہ واقعات جن پر اعتراض کیا جا سکے یا یقین نہ کیا جا سکے ان واقعات کو اپنے مرثیوں میں جگہ نہیں دی۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ "شاہ نامہ حسینؓ" مدینے سے مدینے تک کے سفر کا بیان ہے، وہ مبالغہ آرائی سے مبرا ہے۔ بقول عبد الرشید:

> "شاہنامہ حسینؓ" حقیقت نگاری کا سبق آموز مرقع ہے اور اس پر مضمون کی سلاست، خوبیٔ بندش مستزاد ہے۔"(۲۳)

یہ دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے کہ "شاہنامہ حسینؓ" کا تبلیغی، اخلاقی اور فنی پہلو کسی بڑے سے بڑے ادیب و شاعر سے کم اثر انگیز نہیں۔ اس میں وہ تمام خوبیاں بہ تمام و کمال موجود ہیں جو اس پاکیزہ سلسلہ ء نظم کے لئے موجود ہونا ضروری خیال کی جا سکتی ہے۔

حوالہ جات و حواشی

1۔ گلزار نادم صابری: "شاہنامہ حسین" (جلد اول)، (خان پور: مکتبہ پیام حریت، ۱۹۸۷ء)، ص ۱۱

2۔ عاصمہ رانی و پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد: "ریاست بہاول پور کا نعت و مرثیہ گو شاعر: گلزار احمد نادم صابری"، مشمولہ: "تحقیقی زاویے"، اسلام آباد، جلد نمبر 4 شمارہ نمبر ا، (جون ۲۰۱۶ء)، ص ۳۱

3۔ سید مستقیم نوشاہی: "ادبی جائزہ" (خطہ رحیم یار خان) 2008-1947ء، (بزم تخلیق ادب، ناشر، پاکستان، 2008ء)، ص 54-52

4۔ گلزار نادم صابری: "شاہنامہ حسین" (جلد اول)، (خان پور: مکتبہ پیام حریت، ۱۹۸۷ء)، ص ۱۸

5۔ ایضاً، ص ۱۸

6۔ ایضاً، ص ۱۹

7۔ ایضاً، ص ۱۹

8۔ ایضاً، ص ۱۷۹

9۔ ایضاً، ص ۱۷۹

10۔ گلزار نادم صابری: "شاہنامہ حسین" (جلد دوم)، (خان پور: مکتبہ پیام حریت، ۱۹۸۷ء)، ص ۲۴

11۔ ایضاً، ص ۲۴

12۔ گلزار نادم صابری: "شاہنامہ حسین" (جلد اول)، ص ۱۶

13۔ ایضاً، ص ۱۸۷

14۔ ایضاً، ص ۱۸۷

15۔ ایضاً، ص ۱۷۴

16۔ گلزار نادم صابری: "شاہنامہ حسین" (جلد دوم)، ص ۱۶۹-۱۷۰

17۔ گلزار ایضاً، ص۸

18۔ ایضاً، ص۷۷

19۔ گلزار نادمؔ صابری: ”شاہنامہ حسین“ (جلد اول)، ص۱۶۳

20۔ گلزار نادمؔ صابری: ”شاہنامہ حسین“، (جلد دوم)، ص۱۱۵

21۔ ایضاً، ص۶۵

22۔ اسد اریب، ڈاکٹر، ”اردو مرثیے کی سرگذشت“، (لاہور: شرکت پرنٹنگ پریس، فروری۱۹۹۸ء)، ص۱۶۰

23۔ مجتبیٰ حسین، پروفیسر: ”مرثیہ اور عہد جدید“مشمولہ "جدید مرثیہ نگاری" از سید وحید الحسن ہاشمی، (لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۶۷ء)، ص۱۸۴

ماخذات

اسد اریب، ڈاکٹر، ”اردو مرثیے کی سرگذشت“شرکت پرنٹنگ پریس لاہور، فروری۱۹۹۸ء

نادمؔ صابری، گلزار، ”شاہنامہ حسین“ (جلد اول)، مکتبہ پیام حریت خان پور، ۱۹۸۷ء

نادمؔ صابری، گلزار، ”شاہنامہ حسین“ (جلد دوم)، مکتبہ پیام حریت خان پور، ۱۹۸۹ء

مجتبیٰ حسین، پروفیسر، ”مرثیہ اور عہد جدید“مشمولہ جدید مرثیہ نگاری از سید وحید الحسن ہاشمی، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، ۱۹۶۷ء

ہاشمی، سید وحید الحسن: جدید مرثیہ نگاری، لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۶۷ء

رسائل وجرائد:

تحقیقی زاویے، جلد نمبر 4 شمارہ نمبر ۱، ۲۰۱۶ء

References:

1.Gulzar Nadim Sabri: “Shahnama Hussain” (Volume 1), (Khanpur: Maktaba Payam Hurriyat, 1987), p. 11

2.Asma Rani and Prof. Dr. Shafiq Ahmed: “The Naat and Elegiac Poet of Bahawalpur State: Gulzar Ahmed Nadim Sabri”, in: “Tahqiqi Zaviay”, Islamabad, Volume 4, Issue 1, (June 2016), p. 31

3.Syed Mustaqim Noshahi: “Literary Review” (Khita Rahim Yar Khan) 2008-1947, (Bazm Takhleeq Adab, Publisher, Pakistan, 2008), p. 54-52

4.Gulzar Nadim Sabri: “Shahnama Hussain” (Volume 1), (Khanpur: Maktaba Payam Hurriyat, 1987), p. 18

5.Ibid., p. 18

6.Ibid., p. 19

7.Ibid., p. 19

8.Ibid., p. 179

9.Ibid., p. 179

10.Gulzar Nadim Sabri: “Shahnama Hussain” (Vol. II), (Khanpur: Maktaba Payam Hurriyat, 1987), p. 24

11.Ibid., p. 24

12.Gulzar Nadim Sabri: “Shahnama Hussain” (Vol. I), p. 16Ibid., p. 187

13.Ibid., p. 187

14.Ibid., p. 174

15.Gulzar Nadim Sabri: “Shahnama Hussain” (Vol. II), p. 169-170

16.Gulzar Ibid., p. 8

17.Ibid., p. 77

18.Gulzar Nadim Sabri: “Shahnama Hussain” (Vol. I), p. 163

19.Gulzar Nadeem Sabri: Shahnama Hussain (Volume II), p. 115

20.Ibid, p. 65

21.Dr. Sadd Areeb, Urdu Marsiay Ki Sarguzasht (Lahore: Shirkat Printing Press, February 1998), p. 160

22.Professor Mujtaba Hussain, Marsia Aur Ehd Jadeed (Including "Jadeed Marsia Nigari" by Syed Wahidul Hasan Hashmi (Lahore: Tameer Insaniyat School, 1967), p. 184